حافظ محمد سلمان الحق انوار حقانی

مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

علم وفضل کی دنیا

ماہنامہ ''الحق'' میں علم وفضل کی دنیا کے عنوان سے ایک مفید اور معلومات افزاء سلسلہ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے سحر طراز قلم سے برسوں چلتا رہا۔ بعد میں یہ سلسلہ مصروفیات کے باعث منقطع ہو گیا تھا۔ جبکہ قارئین ''الحق'' کو اس سے کافی فائدہ پہنچ رہا تھا۔ اب قارئین کے پرزور اصرار پر یہ سلسلہ دوبارہ شروع کیا جا رہا ہے۔ امید ہے قارئین الحق اس سے محظوظ اور مستفید ہوں گے۔ .... (ادارہ)

تعصب سے اجتناب:

بعض مورخین نے تحریر کیا ہے کہ مولانا غیاث الدینؒ نامی ایک بزرگ گزرے ہیں جو فارس کے رہنے والے تھے۔ وہ بہت ہی عقل مند اور فاضل شخص تھے۔ فن تاریخ اور شاعری سے انہیں طبعی لگاؤ تھا۔ شاعری میں تو وہ مسلم الثبوت استاد تھے۔ مناقب اہل بیت میں ان کے بہت سے قصائد ایران میں مشہور ہیں۔ مولانا غیاث الدین اگرچہ شیعہ مذہب رکھتے تھے لیکن تعصب سے انہیں کوئی کام نہ تھا ۔ وہ بہت حق گو اور حق پسند تھے۔ ان کا یہ دستور تھا کہ عصر کے وقت وہ شیراز کے بازار میں بیٹھ کر مرکب دوائیں فروخت کیا کرتے تھے۔ اور اچھے اشعار اور سحر آفریں جملوں اور لطائف سے اپنے خریداروں اور ملنے جلنے والوں کو خوش رکھتے تھے۔

اہل فارس کو ان کی بزرگی حق گوئی اور ان کے اعتقاد پر پورا بھروسہ تھا اور حتی الامکان ان کی پوری تعمیل کرتے تھے ایک دن سلطان ابراہیم نے مولانا غیاث کو طلب کیا اور ان سے پوچھا کہ موجودہ مذہبوں میں سب سے بہتر اور عمدہ مذہب کون سا ہے؟ مولانا نے جواباً فرمایا بادشاہ ایک گھر کے اندر رہتا ہے اور اس گھر کے بہت سے دروازے ہیں جو شخص جس دروازے سے بھی اندر داخل ہوگا وہ بادشاہ کی زیارت سے محفوظ ہوگا۔ جو شخص بادشاہ سے ملاقات کرنا چاہے اسے سب سے پہلے بادشاہ کی خدمت گزاری اور باریابی کی اہلیت بھی پیدا کرنی چاہیے۔ یہ مسئلہ بعد کا ہے کہ اسے کس دروازے سے بادشاہ کے گھر میں داخل ہونا چاہیے۔

اس کے بعد سلطان ابراہیم نے مولانا سے ایک اور سوال کیا کہ ہر مذہب اور ہر فرقے کے لوگوں میں کون سا طبقہ سب سے بہتر ہے۔ مولانا نے جواب دیا اچھے کردار کا انسان خواہ کسی بھی طبقے سے تعلق رکھتا ہو خدا کا مقبول بندہ ہوتا ہے۔ بادشاہ کو مولانا کی یہ گفتگو بہت پسند آئی اور انہیں خلعت وانعام سے سرفراز کیا۔ شیخ فریدالدین عطارؒ نے بھی اپنی مثنوی میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (تاریخ فرشتہ جلد سوم)

حیا انسان کی فطرت ہے:

ایک چھوٹا سا بچہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کی مجلس میں لایا گیا حضرت مدظلہ نے دست شفقت پھیرا اور بسم اللہ پڑھانا چاہی مگر وہ نہیں پڑھ رہا تھا تو پھر لفظ اللہ پڑھایا لڑکے نے خاموشی اور دبی زبان سے پڑھا تو حضرت مدظلہ نے ارشاد فرمایا بچوں میں بچپن سے ہی شرمیلا پن اور حیاء پائی جاتی ہے۔ یہ ایک نیا کام کرنے اور لوگوں کے سامنے بات کرنے سے شرماتے ہیں، حیاء خداتعالیٰ کا عطیہ اور انعام ہے جو بچپن ہی سے فطرت میں موجود ہوتی ہے اور یہی مکمل ہونے کے بعد نصف الایمان بن جاتی ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف ہے کہ الحیاء نصف الایمان "بچپن کی حیاء" اگر بڑی عمر میں محفوظ کر لی گئی ہو تو انسان کامیاب ہے ورنہ عام تجربہ یہ ہے کہ بری مجلس کی وجہ سے اور برے دوستوں کی وجہ سے حیاء کی دولت سے بھی انسان محروم ہو جاتا ہے۔

عیاشی سے علم حاصل نہیں ہوتا:

ارشاد فرمایا: آج کل بڑے بڑے مدارس قائم ہو گئے طلباء کو سہولت ہے اور سب کچھ تیار ملتا ہے تاہم یاد رکھو کہ عیاش اور عیش کوشی سے علم حاصل نہیں ہوتا۔ ہم نے پہاڑوں اور جبال وقلل میں رہ رہ کر علوم کی تحصیل کی ہے اس زمانہ میں روٹیاں مانگ مانگ کر کھاتے تھے۔ مجھے خوب یاد پڑتا ہے کہ دہلی میں مجھے 8 میل دور جا کر روٹی کھانا پڑتی تھی۔ جب واپس آتا تو وہ ہضم ہو چکی ہوتی۔ تحصیل علم میں جس قدر مشقت زیادہ ہوگی اسی قدر علم کی قدر وعظمت زیادہ ہوگی اور اسی پر نتائج وثمرات بھی اچھے مرتب ہوں گے۔ (صحبتے با اہل حق)

بخل کا عذاب: ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامہ میں قیام ہند کے زمانہ کا ایک واقعہ لکھا ہے جو اپنے اندر ایک عبرت سموئے ہوئے ہے۔

عرب کے عباسی خلیفہ مستنصر باللہ کی اولاد میں سے ایک شخص جس کا نام امیر غیاث الدین محمد عباسی تھا۔ ہندوستان آیا اس وقت ہندوستان کا بادشاہ محمد تغلق تھا بادشاہ نے اس عرب کی بہت تعظیم کی اور اس کے ساتھ نہایت ادب کا معاملہ کیا اور اس کے لئے اپنے خزانوں کے منہ کھول دیئے، رہنے کو ایک محل دیا محل کا سارا خرچ شاہی خزانہ برداشت کرتا، جاگیر میں سینکڑوں دیہات ملے ایک مرتبہ عید کے موقع پر بادشاہ نے امیر غیاث الدین کو خلعت کے طور پر تین چوغہ دیئے جو ریشم کے بنے ہوئے تھے۔ اور بٹن کی جگہ بیر کے برابر موتی ٹنگے ہوئے تھے۔

تاہم امیر غیاث الدین بذات خود نہایت کنجوس شخص تھا اپنے دستر خوان پر کسی کا بیٹھنا گوارا نہ کرتا تھا ابن بطوطہ کا بیان ہے کہ میں نے اس سے پوچھا کہ آپ تنہا کیوں کھاتے ہیں۔ اور اپنے دستر خوان پر اپنے دوستوں اور ساتھیوں کو کیوں نہیں کھلاتے۔ اس نے جواب دیا کہ مجھ سے نہیں دیکھا جاتا کہ اتنے لوگ میرا کھانا کھائیں اس لئے میں تنہا کھانا کھاتا ہوں ابن بطوطہ آگے لکھتے ہیں کہ جب میں اس کے گھر جاتا تو دیکھتا کہ دہلیز میں اندھیرا ہوتا تھا۔ چراغ نہیں جلتا تھا اور میں نے کئی مرتبہ اس کو اپنے باغ میں تنکے جمع کرتے دیکھا۔ اس نے ان تنکوں سے گودام بھر لئے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کیا کرتے ہو کہا کہ لکڑیوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ وہ اپنے غلاموں اور نوکروں سے باغ میں کام لیا کرتا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ میں نہیں چاہتا کہ یہ لوگ میرا کھانا مفت کھائیں۔ ابن بطوطہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھ پر قرض ہو گیا میں نے اس سے قرض مانگا ایک دن مجھ سے کہا کہ میں بہت چاہتا ہوں کہ تیرا قرض ادا کروں لیکن ہمت نہیں پڑتی۔ میں نے اسے کبھی خیرات دیتے یا کسی کے ساتھ اچھا سلوک کرتے بھی نہیں دیکھا۔ خدا ایسی کنجوسی سے پناہ میں رکھے۔

ابن بطوطہ لکھتے ہیں کہ ہندوستان سے وطن جاتے ہوئے راستہ میں بغداد میں گیا۔ ایک دفعہ میں بغداد کے مدرسہ مستنصریہ کے دروازے پر بیٹھا ہوا تھا' جو امیر غیاث الدین کے دادا خلیفہ مستنصر باللہ نے بنایا تھا میں نے ایک بدحال نوجوان کو دیکھا کہ وہ ایک شخص کے پیچھے جلدی جلدی جا رہا تھا ایک طالب علم نے کہا کہ یہ نوجوان امیر غیاث الدین کا بیٹا ہے جو ہندوستان میں ہے۔ میں نے اس نوجوان کو آواز دی کہ میں ہندوستان سے آیا ہوں اور تجھے تیرے باپ کا حال بتا سکتا ہوں اس نے کہا کہ میرے پاس حال ہی میں اس کی خیریت و عافیت آچکی ہے۔ یہ کہہ کر وہ دوبارہ اس شخص کے پیچھے دوڑنے لگا۔ میں نے پوچھا وہ آدمی جس کے پیچھے امیر غیاث الدین کا لڑکا دوڑ رہا ہے کون ہے؟ اس نے کہا کہ یہ جیل خانہ کا ناظم ہے اور یہ جوان کسی مسجد کا امام ہے۔ اس مسجد سے اس کو ایک درہم یومیہ ملتا ہے' اس وقت یہ جوان اس شخص سے اپنی آج کی اجرت مانگ رہا ہے۔ مجھے یہ سن کر نہایت تعجب ہوا اور میں نے سوچا کہ اگر امیر غیاث الدین اپنے چوغہ کا ایک بٹن نما موتی بھی اپنے اس لڑکے کو بھجوا دیتا تو وہ موتی اس لڑکے کو عمر بھر کے لئے غنی کر دیتا۔ (ابن بطوطہ)

ولی بننے کا اہم راز: محمد بن رافع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں شام کے ایک شہر سے آ رہا تھا راستہ میں ایک جوان کو دیکھا کہ اون کا ایک جبہ پہنے ہوئے ہے۔ ہاتھ میں لاٹھی ہے میں نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے کہا میں نہیں جانتا اور پھر پوچھا کہاں سے آ رہے ہو۔ کہا خبر نہیں اس کی ان باتوں سے میں نے سمجھا کہ پاگل ہے پھر میں نے پوچھا تجھے کس نے پیدا کیا ہے یہ سنتے ہی اس کا رنگ ایسے زرد پڑ گیا جیسے کسی نے زعفران سے رنگ دیا ہو۔ کہا مجھے ایسی ذات نے پیدا کیا ہے جسکی شان یہ ہے (یعنی جس نے مجھے زرد کر دیا) میں نے کہا کہ تو گھبرا نہیں میں کوئی اجنبی شخص نہیں بلکہ تیرا بھائی ہوں مجھ سے تنگ نہ ہو۔ کہنے لگا اللہ کی قسم اگر مجھ کو لوگوں سے الگ رہنے کی اجازت مل جائے تو کسی ایسے

بلند پہاڑ پر جس پر چڑھنا دشوار ہو چلا جاؤں گا یا کسی غار میں چھپ جاؤں گا تا کہ دنیا اور اہل دنیا سے راحت مل جائے۔ میں نے کہا کہ دنیا نے تمہارا کیا قصور کیا ہے جو تم اس سے اس قدر ناراض ہو۔ کہا ایک قصور تو یہ ہے کہ اس کے نقصان ہمیں نظر نہیں آتے۔ میں نے کہا کہ اس نابینائی کا کچھ علاج تمہارے پاس ہے؟ کہا علاج تو ہے لیکن سخت مشکل ہے تم سے نہ ہو سکے گا کوئی سہل سی دوا استعمال کرو۔ میں نے کہا کہ بہتر کوئی سہل دوا بتلا دو۔ فرمایا مرض بیان کرو۔ میں نے کہا کہ مرض حبّ دنیا ہے وہ اس کو سن کر ہنسا اور کہا اس سے زیادہ اور کوئی مرض نہیں اس کا علاج یہ ہے کہ تازہ تازہ زہر کے پیالے نوش کرو اور سخت سخت مصائب جھیلو۔ میں نے کہا اس کے بعد کیا کروں۔ فرمایا اس کے بعد صبر کے تلخ گھونٹ پیو مگر اس سے جزع فزع نہ ہو اور جس کھیل میں راحت نہ ہو اس کا شربت پیو۔ میں نے کہا پھر کیا کروں کہا اس کے بعد وحشت بلا انس اور فراق بلا اجتماع کا بوجھ اٹھاؤ۔ میں نے کہا پھر کیا کروں۔ کہا پھر اپنے محبوب سے تسلی اور صبر ہے اگر معالجہ کا ارادہ ہو تو اس کا استعمال کرو ورنہ گوشہ عافیت اختیار کرو اور فتنوں سے الگ رہو پھر میں نے پوچھا کوئی ایسا عمل بتایئے جس سے مجھے اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہو کہا بھائی میں نے عبادتوں کو خوب آزمایا ہے مجھ کو تو لوگوں سے الگ رہنا سب سے زیادہ نافع معلوم ہوتا ہے۔ قلب کے اگر دس حصے کئے جائیں تو نو حصوں کا تعلق تو لوگوں سے ہے اور ایک حصہ کا دنیا سے سو وہ شخص تنہا رہنے پر قادر ہو گیا اور اس نے قلب کے نو حصوں پر قبضہ کر لیا اس کے بعد وہ چلا گیا اور پھر میں نے اسے نہ دیکھا۔ (حکایات اولیاء)

رضاء بالقضاء کی شان: ایک بزرگ بیمار ہوئے اور بہت ضعیف ہو گئے' رنگ زرد پڑ گیا لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت کسی طبیب کو بلائیں وہ کوئی دوا تجویز کرے گا فرمایا۔ خود طبیب ہی نے تو مجھے بیمار کیا ہے اور یہ شعر پڑھا۔

کیف اشکو الی طبیبی مابی   والذی بی اصابنی من طبیبی

(ترجمہ) میں نے اپنی تکلیف کی اپنے طبیب سے کس طرح شکایت کروں حالانکہ یہ جو کچھ مجھے پیش آ رہا ہے میرے طبیب ہی کی طرف سے ہے (حکایات اولیاء)

تحفہ اور رشوت:

مسلمانوں کے مشہور و معزز خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے ایک بار سیب کھانے کی خواہش ظاہر کی ان کی خواہش ان کے ایک عزیز کو بھی معلوم ہو گئی۔ اس نے ایک سیب تحفہ میں بھیج دیا۔ اس کا آدمی تحفہ لے کر پہنچا۔ تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا جاؤ کہہ دو آپ کا تحفہ پسند خاطر نہیں۔ آنے والے نے عرض کیا امیر المومنین یہ تو گھر کی چیز ہے اسے قبول فرمانے میں کیا مضائقہ۔ آخر رسول کریم ﷺ بھی تو تحفے قبول فرمایا کرتے تھے۔ امیر المومنین نے جواب دیا رسول اللہ ﷺ کے لئے یقیناً وہ تحفے تھے مگر ہمارے لئے رشوت ہیں۔ (خزینہ)